مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور، پاکستان

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان کی عزت و آبرو

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِیٍٔ مُّسْلِمٍ یَخْذُلُ امْرَاً مُّسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَھَکُ فِیْہِ حُرْمَتُہٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اِلَّا خَذَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُّحِبُّ فِیْہِ نُصْرَتَہٗ وَمَا مِنِ امْرِیٍٔ مُّسْلِمٍ یَّنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُّنْتَقَصُ مِنْ عِرْضِہٖ وَیُنْتَھَکُ فِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اِلَّا نَصَرَہُ اللّٰہُ فِیْ مَوْضِعٍ یُّحِبُّ فِیْہِ نُصْرَتَہٗ۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کو ایسی جگہ بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں اس کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہے اس کی آبروریزی کی جا رہی ہے تو اللہ بھی اس کو ایسے موقع پر چھوڑ دے گا۔ جہاں اسے مدد کی ضرورت ہے اور جو مسلمان دوسرے مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے گا جہاں اس سے بدسلوکی ہو رہی ہے اور اس کی آبروریزی ہو رہی ہے تو اللہ ان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا جہاں اسے مدد کی ضرورت ہے۔

بھائیو! دین کی باتوں کو توڑ موڑ کر اپنی خواہش کے مطابق کر لینا تو اور بات ہے اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب بے دین ہو جائیں لیکن اگر دین پر واقعی چلنا ہے تو پھر اپنی خواہشوں اور خودغرضیوں کو چھوڑو اور بے چون و چرا اس کی ہدایت پر عمل کرو اسی میں تمہارا دونوں جہان کا بھلا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جو مسلمان ہو کر فقط اپنی فکر کرے گا دوسرے مسلمان کو بے کسی کی حالت میں چھوڑ دے گا۔ اس کو اس کے دشمنوں کے پنجے میں جو اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہوں پھنسا رہنے دے گا اور آپ بھاگ کر گوشۂ عافیت میں مزے سے دندناتا پھرے گا تو وہ بڑی نادانی میں گرفتار ہے۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے کچھ نہ ہوگا، کہ اللہ عزّ و جلّ اس کو ایسی حالت میں جب وہ خود مدد کے لیے پکار رہا ہوگا، بے یار و مددگار چھوڑ دے گا نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا نہ کوئی اسے پوچھے گا۔

اس کا مطلب تو صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مصیبت میں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہ بھاگ جاؤ بلکہ اس کی مدد کے لیے اس کے پاس ہی ٹھہرو۔ اس سے ہمدردی کا بدلہ یہ ملے گا۔ کہ اللہ جل شانہٗ مصیبت کے وقت تمہاری مدد کرے گا اور ضرورت کے وقت تمہیں تنہا نہ چھوڑے گا۔

اب غور کرو کہ تم اس پر عمل کر رہے ہو یا خلاف ورزی کر رہے ہو؟ اور سزا کے لیے تیار ہو؟

نہیں ہو سکتی

- بدعملی میں نجات
- حرام مال سے حج اور زکوٰۃ ادا
- مشرک کی بخشش
- بدعتی کے مال کی مقبولیت
- اسلام کے بغیر انسانیت کی تکمیل
- مصائب کے بغیر دین پر استقامت

(حدیث و آثار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جاری کردہ
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر
مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

مولانا محمد اجمل
زاہد الراشدی
صالح محمد حضروی

بدل اشتراک

سالانہ	۲۵ ــ ۰۰
ششماہی	۱۹ ــ ۰۰
سہ ماہی	۹ ــ ۰۰
فی شمارہ	۰ ــ ۷۵

گمراہ حکمرانوں کی اصلاح

عوام کا دینی فریضہ

پچھلے دنوں حکومت پاکستان کے ایک وزیر جناب کوثر نیازی صاحب کی دعوت پر مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً کے امام پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ موصوف نے اپنے اس دورہ میں کراچی، لاہور، راولپنڈی اور پشاور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ جمعہ کی نماز میں امامت کے فرائض سرانجام دیئے، مختلف تقریبات میں شرکت فرمائی، پاکستانی عمائدین سے ملے اور ہر جگہ کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان میں اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرمایا۔

موصوف نے انجمن شہریان لاہور کے استقبالیہ میں جو تقریر فرمائی وہ معاصر نوائے وقت لاہور کی اشاعت ۲۳ فروری میں شائع ہوئی۔ اخبار نے اس خبر پر جو سرخی جمائی وہ یہ ہے۔ "گمراہ حکمرانوں کو راہ مستقیم پر لانا عوام کا دینی فرض ہے۔"

امام صاحب مکرم جس مقدس شہر سے تشریف لائے تھے اس کی عظمت و برتری ایک دینی حقیقت ہے۔ یہ شہر جیسے سید ولد آدم حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل "یثرب" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کی

> گمراہ حکمرانوں کو راہ مستقیم پر لانا عوام کا دینی فریضہ ہے۔ (امام مسجد نبوی) نوائے وقت لاہور ۲۳ فروری ۷۶ء

تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی کے نام سے موسوم ہوا۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شہر۔ اور پھر مدینہ اسی شہر کے لیے مختص ہو کر رہ گیا حتٰی کہ آج جب بھی مدینہ کا لفظ زبان پر آئے گا تو اس سے مراد یہی شہر مقدس ہو گا۔

اس شہر مقدس کو یہ سعادت حاصل ہے کہ یہاں کائنات کا دولہا ہجرت کر کے آیا تو اس شہر اور اس کے باسیوں نے اس کی راہ میں پلکیں بچھائیں، اپنے گھروں کے دروازے وا کر دیئے اور خوشی و مسرت کے بھرپور جذبات میں

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ!

آیت کریمہ: ۴ مارچ بروز جمعرات بعد از مجلس ذکر۔ دعوت عام ہے۔

کا زمزمہ گایا۔

حضور علیہ السلام نے اس شہر مقدس کے لیے دعا مانگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح مکہ معظمہ حضرت خلیل علیہ السلام کی مخلصانہ دعاؤں کے صدقہ دینی و دنیوی برکات سے مالامال ہوا اسی طرح یہ شہر بھی رحمت ہائے خداوندی سے سرفراز ہوا بلکہ مکہ سے بڑھ کر، کیونکہ حضرت حبیب علیہ السلام کی دعا میں یہ آرزو شامل تھی کہ جو برکات مکہ کو نصیب ہوئیں ان سے دوگنی اس شہر کو نصیب ہوں۔

راہ حق و صواب کے اس "داعی اعظم" اور انسانیت کے "قائد اعظم" نے اس شہر اور یہاں کی مسلم آبادی (جو مقامی تھی یا باہر سے تشریف لائی تھی) کو ایک سلک مروارید میں پرو کر ایک ایسی سنہری زنجیر طیار کر دی جس کی ہر کڑی اپنے اپنے مقام پر بے مثل و بے مثال تھی — انہی نفوس قدسیہ کی حضور نبی مکرم علیہ السلام نے تعلیم و تربیت فرمائی اور انہیں ایسے سانچے میں ڈھالا کہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان بندگان خدا کی بے نفسی، للٰہیت، خلوص و محبت، جانثاری و جاں سپاری اور سرفروشی کے قائل و معترف ہیں۔

جب یہ "بشر کامل" اور "ہادی مکرم" دنیا سے رخصت ہوئے تو آئندہ کے لیے تمام تر ذمہ داریاں اپنے انہی عزیز و محبوب ساتھیوں اور شاگردوں کے سپرد کر گئے جنہیں شرعی زبان میں "صحابہ کرام" کے مقدس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس جماعت حقہ کے فرد فرید سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے جو سب سے پہلے قبولیت اسلام کے شرف سے نوازے گئے اور جنہوں نے "رفاقت نبوی" کے سلسلہ میں ایک مثال قائم کر دی۔ رفاقت کے ساتھ ساتھ جاں فروشی و ایثار کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ محمد کریم پکار اٹھے :-

"میں نے ساری دنیا کے احسانات کا بدلہ چکا دیا
مگر ابوبکرؓ کہ ان کے احسانات کا خدا ہی انہیں
بہتر اجر عطا فرمائے گا۔"

اسی ذات محترم کو آپ کے اشارات کے پیش نظر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے بعد اپنا قائد و امام تسلیم کیا۔ جب یہ مرحلہ مکمل ہو گیا تو جانشین پیغمبر خلیفۃ الاسلام والمسلمین ابن ابی قحافہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:-

"لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں اچھا کروں تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر برا کروں تو مجھ کو سیدھا کر دو۔" (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۸)

وہ ذات گرامی جس کے متعلق حضور صادق و مصدوق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:-

"انبیاء علیہم السلام کے بعد ابوبکرؓ سے بڑھ کر کوئی صاحب مجد و فضیلت نہیں۔ جس پر سورج طلوع ہوا ہو"

وہ قوم سے کہہ رہا ہے کہ "مجھے سیدھا کرو" اور پھر تاریخ انسانی و اسلامی بھی ہے کہ مسلم عوام نے ہمیشہ ہی جائز حدود میں رہ کر حکمرانوں پر احتساب و تنقید کا سلسلہ جاری رکھا جس کی وجہ سے معاملات صحیح رُخ پہ چلتے رہے لیکن جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا یا کر دیا گیا تو پھر حالات نے جو تصویر پیش کی وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔

آج اس مقدس شہر و مسجد کے امام نے جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ درحقیقت اسی احساس و جذبہ دینی کے پیش نظر فرمائی ہے جو ایک مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے اور غالباً اس نقطہ نظر سے یہ کچھ کہا گیا کہ موصوف کی نگہ رسا حکمرانوں کی خرابیوں اور عوام کی مجرمانہ خاموشی کو خوب خوب دیکھ چکے ہیں۔

ہم بہرحال اس پر خوش ہیں کہ ایک عظیم انسان نے ہمارے ملک میں قدم رنجہ فرمایا۔ گو کہ یہ خیال ہمارے ذہن میں رہ رہ کر آ رہا ہے کہ اس عظیم المرتبت مہمان کی آڑ میں سیاسی کھیل کھیلنے کی کوشش کی گئی۔

اب ان کو بلانے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے کہ فریقین حکومت و عوام اپنا فرض پہچانیں۔ وہ جو کچھ اسلام کی حقانیت کے متعلق کہہ گئے یا یہ فرما گئے کہ اسلامی حدود و تعزیرات کے سبب ۲۵ برس میں سعودی عرب میں ایک واقعہ قتل ہوا۔ اس پر حکمران غور کریں۔ اور جس تقریر کا حوالہ ہم نے دیا ہے اس پر عوام غور کریں اور غور ہی نہیں بلکہ عمل!

اس طرح ہمارے دونوں جہان سنور سکتے ہیں۔ بصورت

(باقی ص ۲۱ پر)

رب کی بے نیازی و قدرت اور انسان کی عاجزی و کمزوری

ضبط و ترتیب ، ادارہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم ، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً (الآیہ)

آپ حضرات محسوس کر رہے ہوں گے کہ نزلہ کی وجہ سے گلے پر شدید اثر ہے لیکن جب سے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا اس وقت سے یہ ذمہ داری اس ناکارہ پر پڑی ہے اور جوں توں کرکے بتوفیق ایزدی ان کو نبھا رہا ہوں ۔ خدا استقامت نصیب فرمائے

نزلہ آج کے دور میں اتنا عام ہو چکا ہے کہ بہت کم لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں ، جن کو خدا نے بچایا ہے انہیں محفوظ رکھے جو شکار ہیں خدا انہیں صحت دے ۔

جمعرات جمعہ کے لیے بہت زیادہ اہتمام کرتا ہوں ، اچانک تکلیف کی صورت میں علاج معالجہ پر بہت زیادہ توجہ ہوتی ہے ۔ بہرحال یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے !

ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے امام مسجد قاری محمد ابراہیم صاحب کو ایک ولی اللہ کی دریافت کے لیے ایران بھیجا ، قطب الاقطاب کا مقام جو اللہ تعالیٰ نے حضرت کے شیخ ، حضرت امروٹی کو بخشا تھا ۔ یہ قطب الاقطاب ، قطب الارشاد ، قطب التکوین وغیرہ مخصوص اصطلاحات ہیں جو بعض مقربان بارگاہِ صمد کے لیے استعمال ہوتی ہیں ۔ یوں تو اس جہان کا پیدا کرنا اور اس کا انتظام خدا کے لیے معمولی کام ہے ، صاحب کُن ہیں ، کُن سے سب کچھ ہو جاتا ہے لیکن انتظامی طور پر حکمت خداوندی کے پیش نظر نظم و انتظام میں جیسے فرشتے شامل و داخل ہیں کہ بحکم خدا ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں ۔

اسی طرح انسانوں میں معاملہ ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کے ذمہ خدا نے تشریعی خدمات لگائیں ، وہ شرائع الٰہیہ کے مبلغ و داعی ہیں انہیں مخلوق خدا تک پہنچاتے ہیں ۔ دوسرے حضرات میں غوث ، قطب ، ابدال وغیرہ کی اصطلاحیں ہیں ۔ بعض حضرات تکوین کے بعض تشریع کے قطب ہوتے ہیں ۔ ہمارے حضرت کے حضرت تکوین و تشریع دونوں کے قطب تھے ۔ ان کا مقام قطب الاقطاب کا تھا ۔ ان کے بعد اس مقام پر جس شخصیت کو نامزد کیا گیا وہ ایران و پاکستان کی سرحد پر کسی گاؤں میں تھے ۔ ان میں سے بعض حضرات ثابت ہوتے ہیں کہ بیٹھ کر کام کرتے ہیں تو بعض سیارے ہوتے ہیں ۔ چلتے پھرتے ہوئے ذمہ داریاں سرانجام دیتے ہیں ۔

تو قاری صاحب کو کچھ ہدایا وغیرہ دے کر بھیجا ۔ قاری صاحب حضرت دین پوری کی خدمت میں پندرہ بیس برس رہے ۔ ان کی عدم موجودگی میں ظہر ، عصر کی نمازیں برادر [illegible] مجھ بیرے ذمہ لگائی گئیں ۔ ایک دن اسی طرح تکلیف ہو گئی ۔ تو حضرت نے پوچھا ۔ میں نے عرض کیا کہ دوپہر کو اچار کھا لیا تھا ۔ فرمایا کہ ہر چیز کے کچھ آداب ہیں جب تمہیں معلوم تھا کہ نمازیں تمہارے ذمہ ہیں تو کیوں کھایا ؟ فرمایا اور دنوں میں بے شک کھا لو لیکن جب ایسی صورت ہے تو پرہیز کرو کہ اصل چیز تو پرہیز ہی ہے ۔ علاج تو پھر مجبوریوں کا مداوا

ہے تو اس کے بعد سے حتی الوسع اچار وغیرہ سے بالخصوص جمعرات جمعہ کو پرہیز کرتا ہوں لیکن جب کچھ کھائے پیئے بغیر خدا کی طرف سے افتاد آ پڑے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اصل میں خدا نے فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۝ کہ انسان کو بڑا کمزور و ناتوان پیدا کیا گیا ہے۔

اپنی زندگی، موت، صحت، بیماری، جوانی، بڑھاپا کچھ بھی اپنے قبضہ میں نہیں۔ چنانچہ ابھی طیاری کر رہا تھا کہ بچہ نے بتلایا کہ لندن سے تار آیا ہے۔ میری ایک ہی ہمشیرہ زندہ ہے جو سب سے بڑی ہیں مولانا حبیب اللہ علیہ الرحمہ سے بیاہی! ان کے بڑے لڑکے لندن تھے باقی چھوٹے یہاں ہیں وہ وہاں ڈاکٹر تھے، ہماری ایک ہمشیرہ تو ویسے انتقال کر گئیں دو کا نکاح ہوا، میری ایک ہی ہمشیرہ زندہ ہے تو حضرت نے محض دین کی خدمت کے جذبہ سے اس قسم کا دیندار آدمی منتخب فرمایا۔ میرے بہنوئی مولانا نور اللہ جن کے یہ ڈاکٹر صاحب لڑکے تھے، طلبہ میں سب سے زیادہ محنتی تھے اور ساتھ ہی ساتھ ذاکر و شاغل بھی تھے۔ اور تھے بہت کمزور دنیوی طور پہ، ان کے بھائیوں وغیرہ نے گھر سے نکال دیا تھا، زمین وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ تم دیوبندی وہابی ہو گئے ہو، بے دین ہو گئے ہو، پلٹ آؤ توبہ کر لو تو پھر ٹھیک ہے ورنہ گھر سے چھٹی۔ تو خدا نے ان کو استقامت دی، حضرت نے ان کی پابندی اسباق اور تہجد وغیرہ کا اہتمام دیکھا تو فرمایا کہ کیا خیال ہے تمہارا نکاح کر دیں۔ اس پہ انہوں نے اپنی یہ داستان درد سنائی اور حضرت کا معمول اپنے شیخ و مربی حضرت دین پوری قدس سرہ کی طرح یہ تھا کہ ہماری والدہ محترمہ کو فرما دیا کرتے کہ بچی نکاح کے قابل ہو تو مجھے بتلا دیں۔ چنانچہ انہوں نے بتلا دیا۔ تو دو تین دن تہجد کی نماز گھر کے بجائے مسجد آ کر پڑھی۔ یہاں طلبہ میں مولوی نور اللہ کی کیفیات دیکھیں۔ تو نکاح کا فیصلہ کر دیا۔ فیروزپور کے قریب کے وہ رہنے والے تھے۔ ان کی داستان سن کر حضرت نے تسلی دی کہ خداوند قدوس رزق کا خود ذمہ دار ہے اس میں پریشانی کی ضرورت نہیں خدا خود انتظام فرمائیں گے وہ کہنے لگے کہ آپ استاد ہیں میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ ابھی معلوم نہیں کہ لڑکی کیسی ہے کوئی گھر کی عورت میں سے ہوتا تو دیکھ لیتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے لڑکی دیکھی ہوئی ہے

- -

- انہوں نے

پھر اپنی غربت کا عرض کیا کہ سسرال والے اس پر معترض نہ ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ درس کے بعد نکاح ہو گیا۔ تب ان کو پتہ چلا کہ حضرت کی اپنی صاحبزادی ہے۔

تو حضرت نے محض دین کی خاطر یہ کیا، تو ان کے بڑے لڑکے ہوتے تو تمنا تھی کہ اسے عالم بنائیں لیکن جو بات مقدر میں نہ ہو کیا ہوتا ہے۔ میرے مقدر میں حافظ بننے کا مسئلہ نہ تھا نہ بن سکا۔ دونوں بھائی حافظ تھے۔ مجھے چھوٹی عمر میں دیوبند بھیج دیا۔ حضرت شیخ الاسلام استاذنا المکرم مولانا مدنی کے خلف الرشید مولانا اسعد اور میری بسم اللہ حضرت کے خادم خصوصی قاری اصغر علی صاحب قدس سرہ کے پاس ہوئی۔ ہم سبق پڑھ کر آئے تو حضرت نے بڑے بھائی سے فرمایا کہ یہ دین کے لیے آئے ہیں چھوٹے ہیں اس لیے گھر رکھیں گے چنانچہ مجھے گھر میں بچوں کی طرح رکھا۔

خدا کی قدرت چھٹیوں میں گھر آنا ہوا تو عورتیں آئیں والدہ محترمہ ہر ایک کے آنے پر قرآن سنانے کا فرماتیں۔ تعمیل تو میں کرتا اسی میں نظر لگ گئی اور یہ اتنی ظالم ہے کہ نبی پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پتھر کو بھی پھاڑ دیتی ہے۔ اور خدا کی قدرت کہ اسعد میاں صاحب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح ہم حافظ نہ ہو سکے۔ میری آنکھیں خراب ہوئیں طویل علاج فائدہ مند نہ ہوا تو حضرت نے فرمایا چلو حفظ مقدر میں نہیں تو کتابیں شروع کر دو علم سے محرومی نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ سلسلہ شروع کر دیا۔ میرے نانا اور حضرت مدنی نے جیل میں قرآن یاد کر لیا۔ یہ اللہ کی عنایت ہے۔ انسان کے ارادے کچھ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے رب کو پہچانا اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے۔

گاندھی اکثر کہتا کہ میں ایک سو دس سال کی عمر میں
مروں گا لیکن خدا نے سو سال بھی پورے نہ ہونے دیئے۔
واقعی صحیح ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔
جنرل گورسل (ترکی) کا بارہا ذکر کر چکا ہوں۔ بے ہوش
ہو گیا۔ ترکی کے علاج بے سود ہوئے تو امریکی ڈاکٹروں نے
دعوے سے وہاں بلوایا۔ اگر یوں کہتے کہ کوشش ہم کریں گے
خدا رحم کرے گا تو شاید بات بن جاتی لیکن اپنے پر بھروسہ
کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ماہ تک یہ پتہ نہ چلا سکے کہ ایسا
ہوا کیوں؟ اور اسی طرح واپس بھیج دیا۔ اسی حالت میں
اس کا انتقال ہو گیا۔

گزشتہ جنگ عظیم کے زمانے کے لوگ مختلف حوادث کے
پیش نظر اب تک بے ہوش پڑے ہیں سالہا سال گزر چکے
اخباروں میں آتا ہے نالیوں سے خوراک کا انتظام ہو رہا
ہے لیکن باقی خبر نہیں۔

تو سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے۔ تو خدا کا شکر ہے
کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور یہی اسلام کی تعلیمات ہیں جو
پیغمبروں کی وساطت سے ہمیں نصیب ہوئیں۔

تو عرض کر رہا تھا اس بچہ کی، بھانجہ کی، وہ تعلیم
میں اچھا لائق نکلا۔ حکومت نے لندن بھیج دیا۔ اس پر حضرت
ناراض ہو گئے۔ بہن کا تو کچھ دخل نہ تھا۔ بہنوئی آڑے
نہ آئے۔ تاہم یہ ہوا کہ اس کے جانے کے بعد بہنوئی صاحب
کو حضرت کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی۔ حضرت کو رنج
تھا۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ میری اولاد دین کی خدمت کرے
اور سچی بات یہ ہے کہ وہاں سے محفوظ واپسی بڑی مشکل
ہے۔ بڑے باہمت اور خوش قسمت لوگ ہیں جو وہاں سے ایمان و
اسلام محفوظ لے کر آئیں۔ ایسا ہو بھی جائے تو ماحول
تو بہرحال دینی نہیں تاہم اللہ والوں سے زمین خالی نہیں۔
میں اکثر پڑھتا ہوں ؎

نت نیا رنگ بدلتا ہے زمانہ
مرد وہ ہے جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اور ماحول کی تبدیلی کا ذریعہ پیغمبران ہے اور بہت بڑی
ہمت کی بات ہے۔ خدا توفیق دے تو
مومن کامل ہوا میں بھی چراغ جلا لیتے ہیں۔

ہوا ہے گو تند و تیز چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو دیئے ہیں حق نے انداز خسروانہ

وہ بھانجہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی لے گیا عبدالواحد
اس کا نام ہے اس پر حضرت کا اثر تھا، تربیت تھی۔ وہ
ماحول کو دیکھ کر خاموشی سے لاہور آ گیا اور یہاں سے
تار دے دیا۔ کہ وہاں رہنا بہت مشکل ہے۔

قربانیاں: اللہ والوں کی ہے کہ ان کا سب کچھ
دین کے لیے ہوتا ہے۔ ہماری دوسری ہمشیرہ کا بھی یہی معاملہ
ہے۔ مولانا عبدالمجید صاحب سوہدروی اہل حدیث خاندان سے
تھے۔ ان کی کسی جلسہ میں حضرت سے ملاقات ہوئی۔ حضرت
کی تقریر تھی، ان کی بھی۔ وہ صلح کُل قسم کے آدمی تھے ___
اکھڑ مزاج نہ تھے، متشدد نہ تھے، اختلافات کے پیش نظر
تشدد و تعصب کا مظاہرہ نہ کرتے۔ یہی حال حضرت کا
تھا۔ حضرت کو وہابی کے ساتھ اور بہت سی گالیاں دی
گئیں لیکن آپ ہمیشہ یہی پڑھتے۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
مِنَ الْمُصْلِحِ کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ مفسد کون ہے،
مصلح کون ہے؟ میری نیت بخیر ہے، میں امت میں
اتحاد چاہتا ہوں۔ آپ اس مسجد میں اکثر فرماتے ہیں کہ
میں حنفی ہوں۔ حنفیوں کے نزدیک شہر میں جمعہ ہے اور
ایک جمعہ، اور اس کی امامت کا مستحق حقیقت میں حکمران
ہے۔ حضور علیہ السلام، آپؐ کے بعد خلفاء راشدین اور
بعد کے ائمہ ہدیٰ و عاملین کے زمانہ میں یہی رہا۔ اب
بد قسمتی سے حکمران محروم ہیں حالانکہ حق تو یہ تھا ؎

چلائے جا دین و دنیا میں دوش بدوش
ہے جدا سب سے راستہ تیرا!

اصل تو یہی تھا کہ دین و دنیا اکٹھے رہیں لیکن اب
بد قسمتی سے ایسا نہیں، تفریق کی صورت ہے جس نے
چنگیزی و رہبانیت کا روپ اختیار کر لیا ہے جبکہ
یہ دونوں راستے اسلام کے خلاف ہیں۔

یار لوگوں نے پاپائیت و حکمرانی کے راستے جدا جدا کر
دیے حالانکہ مل جل کر چلنے ہی میں خیر ہے۔ اور جب ایسا
تھا تو پھر مخلوق خدا سکھ سے زندگی بسر کر رہی تھی ___
حکمران رات کی تاریکی میں پھرتے، خلق خدا کو دیکھتے،
احوال کا جائزہ لیتے۔ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک

بڑھیا بچوں کو بہلا رہی ہے اور وہ ہنڈیا کو چولھے پر رکھے ہوئے ہے۔ حتیٰ کہ بچے سو گئے اور آپ نے بڑھیا سے وجہ پوچھی، اس نے غربت و ناداری اور بیوگی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ امیرالمومنین کو بتلایا؟ اس نے کہا کہ امیرالمومنین شیرخوار بچوں کو دیتے نہیں ضابطہ ہے۔ آپ نے خود آ کر راشن لیا، پکوایا، کھلایا اور صبح آنے کا آرڈر دے دیا وہ آئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ رات کا خادم ہی امیرالمومنین ہے۔

یہ اس شخص کا حال ہے جسے لوگ متشدد سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا گیا کہ آپ نے سخت آدمی کو جانشین نامزد کیا تو فرمایا۔ خدا پوچھے گا تو عرض کر دوں گا کہ سب سے بہتر اور اچھے کا انتخاب کر کے آیا تھا۔ اور فرمایا۔ بارِ خلافت پڑے گا تو نرم ہو جائیں گے۔ تو اس دن سے حضرت عمرؓ نے شیرخوار بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

اسلام نے مشورت و شورائیت کا حکم دیا کہ اس میں بہتری ہے۔ اول تو خود حکمران نیک صالح ہو گا تو خدا رہنمائی کرے گا ورنہ مشورہ میں بھلائی ہو گی کیونکہ بقول حضور علیہ السلام "جماعت ضلالت پر نہیں رہ سکتی"۔ اب شورائیت کا بدل جمہوریت ڈھونڈا ہے۔ لیکن اسلام کی جمہوریت صالح ترین، اصلح ترین ہے۔ موجودہ جمہوریت کے برگ و بار سامنے ہیں اس میں محض بندوں کو گننے کی بات ہوتی ہے، تولنے کی نہیں۔ جبکہ اسلام تولنے کی بات کہتا ہے۔ اسلام نے شورائیت و جمہوریت کی بنیاد پر جو سٹیٹ قائم کی جس کا مرکز مدینہ تھا اس کے امام محترم آج یہاں ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے۔ اے کاش! جس جوش و جذبہ سے ہم نے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا انہی جذبات کا سرکار مدینہ کے دین کے معاملہ میں احساس کریں اور اسے عملاً نافذ کریں۔

اس دین کی خاطر اہل حق نے بڑی قربانیاں دیں۔ ہمارے لاہور میں سید علی ہجویری جنہیں داتا گنج بخش کہا جاتا ہے حالانکہ یہ کہنا گناہ ہے کہ داتا صرف ذاتِ خداوندی ہے وہ سلطان مسعود غزنوی کے زمانہ میں یہاں آئے۔ ان کے مواعظ و ملفوظات قربانیوں کی ایک داستان ہے۔ ان کا وارث بننے کے بجائے ہم نے عرس اور میلے ٹھیلے سے دل بہلانا شروع کر دیا۔ جو ان اکابر کے ساتھ بھونڈا مذاق ہے۔ خدا بچائے۔

ان سے پہلے شیخ اسماعیل محدث لاہوری گزرے ہیں اور پھر دوسرے حضرات آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں دین کی خدمت ان کے دم قدم سے ہوئی۔ ان سے دین بچا ہے، ان کے قدم جہاں پڑے وہاں آج بھی انوار برستے ہیں۔ لیکن یہ آنکھوں والے دیکھتے ہیں۔ ہم نے ان انوار و برکات سے صحیح طریق سے فائدہ اٹھانے کے بجائے غلط رسومات شروع کر دیں۔ حضور علیہ السلام کا آخری ارشاد ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدًا۔ او کما قال علیہ السلام کہ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

خدارا غور کریں کہ ہم وہ تو نہیں کر رہے؟ جس کی وجہ سے ہم لعنت کے مستحق بن جائیں۔ عیاذاً باللہ۔ سجدہ غیراللہ کے لیے حرام ہے۔ ان انبیاء و اولیاء کا کوئی قصور نہیں، ان کے مزارات پہ آج بھی انوار برستے ہیں لیکن ہم غلط کاریاں کرتے ہیں۔ آج عرس کے نام پر رنڈیاں، کنجریاں اور کیا کیا بربادیاں ہوتی ہیں، مجھے ایک دفعہ علامہ انور صابری حضرت صابر کلیری رحمہ اللہ کے مزار پر لے گئے۔ دیوبند کے قریب ہے۔ کہنے لگے کہ میں نے تمہارے والد صاحب کی رسومات کے خلاف تقریریں سنی ہیں میں تمہیں واقعات دکھاتا ہوں تاکہ تمہیں اپنے ابا بزرگوار کی باتوں کی اصلیت کا پتہ چل سکے کہ وہ واقعی سچ فرماتے ہیں۔ چنانچہ گئے تو کعبہ کی طرح طواف ہو رہا ہے، نمازیں پڑھی جا رہی ہیں، صابر کے نام کی نیازیں چڑھائی جا رہی ہیں۔ ایک بھائی نے خدا کے نام پر دینا چاہا تو مانگنے والے نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ آج صابر کی خدائی ہے۔ کنجریاں تھیں، بھنگ، شراب سب کچھ تھا۔ عیاذاً باللہ! حالانکہ وہ لوگ تو یہ سب کچھ مٹانے کے لیے آئے تھے۔ اس سے بڑھ کر ان پر کیا زیادتی ہو سکتی ہے کہ جسے وہ مٹانے آئے ان کی قبروں پہ وہی کچھ کیا جائے؟

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

اکابر اولیاء اللہ اور مسلمانوں کا ناروا طرزِ عمل

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم ، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝

صدق اللہ العظیم۔

محترم حضرات و قابلِ احترام خواتین ! اللہ تعالےٰ کے بے پایاں احسانات ہیں جن کا شمار بھی مشکل ہے جیسا کہ خود حضرت حق فرماتے ہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا "اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے"۔ شیخ التفسیر قدس سرہ)

ان نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنی یاد کی توفیق نصیب فرمائی اور پھر اجتماعی طریق سے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہے ہی اجتماعیت کا مذہب ۔ کما قال اللہ تعالیٰ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔ اور جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے ۔ یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ ۔ اعمال کی بات ہے تو یہاں بھی آپ کو اجتماعیت نظر آئے گی ، نماز ہے تو اس میں منشاء اسلام یہی ہے کہ مل جل کر پڑھو ۔ جسے جماعت کی نماز کا نام دیا گیا ہے گو کہ گھر میں نماز کا حکم ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ نوافل و سنن وغیرہ تاکہ گھر مقابر میں تبدیل نہ ہوں ۔ پھر مستورات کے لیے زیادہ مناسب گھر میں نماز ہے اور معذورین کو بھی اجازت ہے لیکن عام حالات میں اصل یہ ہی ہے کہ جماعت سے مل کر پڑھا جائے ۔

قرآن نے جتنے صیغے استعمال کئے جو دعائیں سکھلائیں اس میں مفرد کے بجائے جمع کے صیغے ہیں مثلاً اھدنا ، ربنا وغیرہ ۔ مانگنے والا ایک ہے ۔ لیکن مانگ یوں رہا ہے کہ اے اللہ ! ہمیں دکھلا ۔ اے ہمارے رب ! ۔ گویا یہ سکھلایا کہ ہر حال میں اجتماعیت پیشِ نظر رہے ۔

دوسرے یہ کہ انعامات ربانی کا شکریہ از بس لازمی ہے ۔ ان میں سے ایک نعمت صحت و طاقت ہے اس کا لازمی شکریہ یادِ الٰہی ہے ۔ دولت نعمت ہے تو اس کا شکریہ صدقہ وغیرہ کی ادائیگی کے ذریعہ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (لوگوں کے مال میں سائل و محروم کا بھی حصّہ ہے)

صحت و طاقت اور ہمت کا ایک طریق شکریہ برائی کو مٹانا ہے ۔ جس میں حضور علیہ السلام نے قوت و طاقت سے اور زبان سے برائی کو مٹانے کا حکم دیا ۔ اور کم از کم درجہ دل سے بُرا جاننے کو فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ ایمان کا کوئی درجہ نہیں ۔

ہمارا ملک اور بالخصوص یہ شہر برائیوں کا مرکز ہے تاہم کچھ خوبیاں بھی ہیں ۔ مثلاً بقول حضرت لاہوری رح اہل حق اور اولیاء و صلحاء کے متبعین ہمیشہ یہاں رہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسے قطب البلاد فرماتے ہیں ۔ یہاں حضرت اسمٰعیل محدث رح اور سید علی ہجویری رح جیسے بزرگ تشریف لائے اور میں کہتا ہوں کہ حضرت اقدس کا وجود باجود بھی خدائی نعمتوں میں سے ایک تھا ۔ آپ نے مشعل اسلام کو فروزاں رکھنے کے لیے حلقہ درس و مجلس ذکر کا اہتمام فرمایا ۔ اس کی نقالی ہم لوگ اب تک کر رہے ہیں ۔ خدا قائم و ثابت رکھے ۔

بزرگوں کی صحیح اور سچی محبت اور ان کے ساتھ تعلق اسی میں ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل ہو آج کل لاہور میں سید علی ہجویری رح کے عرس کا زور شور ہے حالانکہ ان کی تعلیمات کے مطابق یہ چیزیں بدعات و خرافات ہیں اور ان کی تعلیمات فی الحقیقت قرآن و سنت کی

(باقی ص ۱۴ پر)

عبدالرشید انصاری

پہلی خط و کتابت

حضرت فاروقِ اعظم اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کے مابین

دوسری صدی ہجری کے عظیم مسلمان مورخ ابو اسمٰعیل ازدی بصری نے فتوح الشام میں لکھا ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد جو پہلا سرکاری مکتوب لکھا وہ محاذِ شام پر کفر سے برسرِ پیکار اسلامی افواج کے ایک جرنیل حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضؓ کے نام تھا۔ اور اس میں محض خلیفۃ المسلمین جانشین پیغمبر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے انتقال کی خبر تھی نامہ بر حضرت عمرِ فاروق کے آزاد کردہ غلام اور معتمدِ خاص حضرت یرفا تھے۔ نیز انہیں حکم تھا کہ حضرت ابو عبیدہ رضؓ سے مل کر محاذِ شام کے فوجی افسران (حضرت خالد بن ولید رضؓ کمانڈر انچیف اور دوسرے جرنیلوں یزید بن ابو سفیان رضؓ، عمرو بن العاص رضؓ، شرجیل رضؓ بن حسنہ وغیرہم) کے ذاتی حالات و عادات عام مسلمان فوجیوں اور مفتوحہ علاقوں کے عوام سے ان کے میل جول کے بارے میں معلومات حاصل کریں دربارِ فاروقی سے جاری ہونے والے پہلے خط کا مضمون کچھ اس طرح ہے

"واضح ہو کہ ابوبکر صدیق جانشین رسول اللہ اس جہان سے رحلت فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ کی رحمت ہو ابوبکر پر جو حق کو امر بالقسط آنصر بالعرف، راست باز، حلیم اور نرم مزاج تھے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اپنے کرم سے ہمیں ہر گناہ سے بچائے رکھے اپنی طاعت کی توفیق دے اور جنت میں جگہ دے .... بلاشبہ ہر معاملہ سی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ" (فتوح الشام ازدی بصری)

تیسری صدی ہجری کے مورخ ابن اعثم کوفی نے اپنی تاریخ فتوح" (مترجم فارسی میں) حضرت عمر فاروق رضؓ کے خلیفہ بننے کے بعد پہلے خط کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ خط اسلامیانِ شام کے نام تھا

مصنف تاریخ فتوح کے مطابق حضرت عمر فاروق رضؓ نے لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امیر المومنین عمر بن خطاب کی طرف سے شام کے مسلمانوں کو سلام ..... واضح ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ایک بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے، ابوبکر جو حق گو، عادل، متواضع، رحم دل اور راست باز تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جن کا طریق حیات تھا، امت رسول ایسے رہبر سے محروم ہو گئی ہے۔ ان کی وفات سے خلافت کے معاملات میں شدید خلل پیدا ہوا لیکن خدا کو ایسا ہی منظور تھا، ہر آدمی کو موت کا پیالہ پینا ہے۔ مشیت خداوندی کے سامنے سرنگوں ہونے کے سوا انسان کے لئے اور چارہ ہی کیا ہے لہ الحکم والیہ ترجعون۔ اس بڑے حادثہ کے رونما ہونے سے پہلے انہوں نے مہاجرین و انصار کے ممتاز صحابہ رضؓ کے روبرو مجھے اپنا جانشین مقرر کیا اور اس بڑی امانت کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں تھمائی، میں نے اس بوجھل ذمہ داری کو لینے سے بہت گریز کیا لیکن مجھے کامیابی نہ ہوئی، مجبوراً مجھے (ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کے فیصلہ کے سامنے) سر جھکانا پڑا .... اب ضروری ہے کہ مسلمانوں کی بہبودی اور ان کی مہموں کی ترتیب اور انتظام میں جہاں تک میرے بس میں ہو کوشش کروں مصلحت کا تقاضا ہے کہ خالد بن ولید رضؓ شامی افواج کی سپہ سالاری سے الگ ہو جائیں اور ابو عبیدہ بن جراح رضؓ اس منصب پر فائز ہوں۔ آپ لوگ جب اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوں تو اس وقت سے ابو عبیدہ رضؓ آپ کے سپہ سالار ہیں۔ اپنے جملہ امور میں ان کی طرف رجوع کیجئے اور دشمن سے جنگ میں ان کی رائے اور صوابدید کے مطابق عمل کیجئے۔"

دراصل جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاذِ شام پر لڑنے والے عام مسلمانوں کو والا نامہ ارسال فرمایا اس میں بھی چونکہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کے انتقال کی خبر مندرج ہے ممکن ہے اس لئے ابن اعثم کوفی نے پہلا خط اسے قرار دیا ہو البتہ یہ بات ٹھیک ہے کہ دربارِ فاروقی سے محاذِ شام پر عام مسلمانوں کو جو پہلا خط موصول ہوا وہ یہی تھا جو "تاریخ فتوح" میں منقول ہے

اور ابو اسمٰعیل ازدی بصری کا یہ موقف سو فیصد درست ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے سب سے پہلا خط حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضؓ کو لکھا۔

(جاری ہے)

خدام الدین کا مقصد وحید اس دین کی اشاعت ہے جو حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچا۔ ہم نے ہمیشہ اسی پیغام حق کی بات کی، دعوت ملی کی بات کی اور اخلاقی و نزاعی مسائل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا لیکن بعض باتیں ایسی ہیں جن کے نتائج اندوہناک ہو سکتے ہیں۔ اسی میں ایک مسئلہ کلمۂ اسلام لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ہے کہ چودہ سو سال سے اس پر امت متفق تھی لیکن اب جدید کلمہ کا فتنہ سامنے آیا ہے اور بدقسمتی سے حکومت نے "اتحاد" کی بنیاد کلمہ میں تحریف و زیادتی سوچی ہے جو ایک احمقانہ سوچ اور ناروا جسارت ہے۔ اس جسارت کے خلاف عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا ہے۔ درخواست کا متن سامنے ہے ملاحظہ کریں۔

اس موقع پر کلمہ، نماز، اذان اور دوسرے شعائر اسلام میں اپنی طرف سے کمی زیادتی (چاہے کسی رنگ سے ہو) کرنے والے حضرات سے ہم گزارش کریں گے کہ خدارا "وحدت ملی" کے خلاف یہ اقدامات نہ کریں، امت کے شیرازہ کو متحد رہنے دیں۔ اور تفریق و افتراق کی باتیں کر کے زخم خوردہ امت کو مزید پریشانیوں میں نہ الجھائیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعدالت عالیہ (ہائی کورٹ) ——— لاہور

رٹ درخواست نمبر ۷۶-۱۵۹-۱۹۷۶ء

۱- پیر سید ابرار محمد صدر تنظیم الائمہ لاہور
خطیب جامع مسجد دار الحق ٹاؤن شپ سکیم لاہور

۲- مولانا محمد شفیع جوش مہتمم مرکز اشاعت اسلام
جامع مسجد ایف بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور (سائلان)

بنام حکومت پاکستان بوساطت سیکرٹری تعلیم اسلام آباد (مسئول الیہ)

رٹ درخواست برائے قرار دیے جانے کہ اصل اور حقیقی کلمۂ اسلام

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے

اور مسئول الیہ کا اقدام جس کے ذریعہ اس نے ملک کے اندر نہم و دہم جماعت کے طالب علموں کے لیے ایک مختلف کلمہ تجویز اور شائع کیا ہے، کوئی قانونی جواز اور قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔

مؤدبانہ گزارش ہے

۱- یہ کہ پاکستان مسلمانان برصغیر کی ان مساعی کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا۔ جو انہوں نے ایک اسلامی نظام قائم کرنے اور اسلامی احکام کے مطابق ایک حکومت قائم کرنے کے لیے کیں۔

۲- یہ کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲ میں اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا اور آرٹیکل ۱ میں اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام دیا گیا ہے۔

۳- یہ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق اسلام کے پانچ ستون ہیں جنھیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے۔ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

بنی الاسلام علی خمسٍ شہادۃ ان لا الٰہ

الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (صحیح بخاری ج ۱)

"اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں اول شہادت دینا اس بات کی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ دوم نماز قائم کرنا۔ سوم زکوٰۃ ادا کرنا۔ چہارم حج کرنا۔ پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔"

پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور مستند حدیث کے مطابق جو صحیح مسلم کی جلد اوّل میں زیر عنوان کتاب الایمان درج ہے انہی پانچ چیزوں کو اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں:۔

الاسلام ان تشهد ان لا الٰه الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی الزکوٰۃ و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔

(صحیح مسلم جلد اول کتاب الایمان)

"اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اگر طاقت ہو۔

۴۔ یہ کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے بالکل واضح ہے کہ ایک غیر مسلم کو اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے اوّل بات کلمہ کا اعلانیہ اقرار ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ مذکورہ بالا سب شرائط پوری کرتا ہو۔ اس لیے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ کلمے کو اس کے الفاظ اور معانی کے ساتھ تحفظ دیا جائے اور کلمے کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی نہ تو اجازت دی جائے اور نہ ہی ایسا کوئی اقدام برداشت کیا جائے۔

۵۔ یہ کہ مدعا الیہ نے اسلامیات کے مضمون کو جو ثانوی سکول کے امتحانات طلبہ کے لیے لازمی ہے ۲ حصوں میں تقسیم کیا ہے جن میں سے ایک سُنّی مکتب فکر کے طلبہ کے لیے اور دوسرا شیعہ مکتب فکر کے طلبہ کے لیے مخصوص کیا گیا۔ یعنی اسلامیات کی دو مختلف کتابیں سنی اور شیعہ مکاتب فکر کے طلبہ کے لیے تجویز کی گئی ہیں۔

۶۔ یہ کہ کتاب موسومہ "اسلامیات لازمی" جو شیعہ مکتب فکر کے نہم و دہم جماعت کے طالب علموں کے لیے طبع کی گئی ہے کے صفحہ ۳۳ پر عبادات کے عنوان کے تحت کلمے کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیے ہیں:۔

"استاد صاحب شیعہ بچوں کو ان کے مسلک کے مطابق رہنمائے اساتذہ میں دیکھ کر کلمہ بتائیں گے۔"

۷۔ یہ کہ مدعا علیہ نے "رہنمائے اساتذہ" نام کی ایک کتاب نہم دہم کے اسلامیات کے اساتذہ کی رہنمائی کے لیے شائع کی ہے (یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیعہ و سنی طبقے کے متعلق طلباء کے لیے تجویز کردہ کتب اسلامیات میں کلمۂ اسلام کا متن درج نہیں کیا گیا ہے) اور اساتذہ اسے صرف "رہنمائے اساتذہ" نامی کتاب کی مدد سے پڑھائیں گے۔

۸۔ یہ کہ "رہنمائے اساتذہ" نامی کتاب کے صفحہ ۳۵ پر کلمہ کا ایک باب ہے جس کے پہلے پیراگراف میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں:۔

"**کلمہ** اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے سے مسلمان مومن بنتا ہے۔ کلمے کے تین حصے ہیں۔"

اسی باب میں ص۳۶ پر کلمہ کا متن مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے:۔

لا الٰه الا اللہ محمدٌ رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل۔

۹۔ یہ کہ "رہنمائے اساتذہ" کے مذکورہ بالا باب سے یہ بالکل واضح ہے کہ وہ شخص جو اس باب میں دیے (لکھے) گئے کلمہ کا اعلانیہ اقرار و تصدیق نہیں کرتا۔ مسلمان نہیں بن سکتا۔

اس کی رو سے زمانۂ رسالت سے لے کر قیامت تک کے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم اور کافر

قرار پاتی ہے۔

۱۰۔ یہ کہ مذکورہ بالا کلمہ کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ اسلام کے طور پر کبھی تعلیم نہیں دی اور نہ اس کا کبھی اعلان کیا۔ نہ ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات میں اسلام میں داخل ہونے والے کسی شخص نے اس کلمہ کا اقرار کیا ہے۔ یہ کلمہ ہرگز وہ نہیں جسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ، حضرت ابوبکر رضؓ، حضرت علی رضؓ اور حضرت زید بن حارثہ رضؓ نے جو نبوت کے ابتدائی دنوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر (اسلام میں داخل ہونے والوں) میں اولین افراد تھے کبھی پڑھا۔ اس کلمہ کا شیعہ مکتب فکر کی مستند کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی ذکر نہیں ملتا۔ درحقیقت کلمہ کے الفاظ اور حروف (متن) کے بارے میں آغازِ اسلام سے گزشتہ چند سالوں تک مختلف مکاتیب فکر کے مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہا۔ کچھ عرصہ پیشتر اسلام کے مخالفین نے ایک سازش کے تحت کلمہ میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے:-

"علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل"

مذکورہ بالا اضافی الفاظ بجائے خود اس حقیقت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ اصل اور حقیقی کلمہ کا حصہ نہیں ہو سکتے اور یہ کہ ان کا کسی مقصد کے تحت بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اس بحث کے حق میں اہل تشیع علماء کی تصنیف کردہ کتابوں کے جن پہ شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو کامل اعتماد ہے کے مندرجہ ذیل اقتباسات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے:-

أ۔ عن جمیل بن دراج قال سالت اباعبد اللہ عن الایمان فقال شہادۃ ان لا الٰہ الّا اللہ وانّ محمداً رسول اللہ قال الیس ھذا عمل قال بلیٰ قلت فالعمل من الایمان قال لا یثبت لہ الایمان الّا بالعمل والعمل منہ

(اصول کافی جلد دوم صفحہ ۵۵)

راوی نے کہا میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایمان کے متعلق دریافت کیا، فرمایا:-

"گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"

راوی نے کہا کہ کیا یہ عملی صورت نہیں، فرمایا ہاں ہے۔ میں نے کہا تو کیا عمل ایمان کا جزو ہے؟ فرمایا ایمان بدوں عمل ثابت نہیں ہوتا اور عمل اس کا جزو ہے۔

ii۔ فلما اذن اللہ لمحمد فی الخروج من مکۃ الی المدینۃ بنی الاسلام علیٰ خمس شہادۃ ان لا الٰہ الّا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصیام شہر رمضان۔

(اصول کافی جلد دوم ص۱۸)

"جب اللہ نے حضرت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مکہ سے مدینہ کی طرف خروج کی اجازت دی تو اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی۔ گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے عبد اور رسول ہیں (۲) قائم کرنا نماز کا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا اور (۵) ماہ رمضان میں روزے رکھنا۔

iii۔ پھر وحی کی کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے پاس جاؤ اور کہو کہ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کریں۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص۴۲۳ مؤلفہ علامہ مجلسی ترجمہ مولوی سید بشارت حسین کامل)

iv۔ اگر کافر شہادتین بگوید، یعنی بگوید اشہد ان لا الٰہ الّا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ مسلمان میشود (توضیح المسائل مجموعہ فتاویٰ سید محمد کاظم شریعتمداری ایران ص۳۹)

۱۱۔ یہ کہ تمام اسلامی مکاتیب فکر کی مذہبی کتابوں میں اس کلمے کا کہیں ذکر نہیں جو مذکورہ بالا کتاب "رہنمائے اساتذہ" کے ص۳۶ پر درج ہے۔

۱۲۔ یہ کہ آئین کی دفعہ ۳۱ کے تحت مدعا علیہ پہ یہ لازم ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جو مسلمانانِ پاکستان کے لیے اسلام کے بنیادی عقاید اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی مرتب کرنے میں ممد ہوں اور ایسی

سہولتیں فراہم کرے جن کے ذریعے وہ قرآن مجید اور سنت کی منشا کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھیں۔ مدعا علیہ کا یہ فعل آئین کی مذکورہ بالا دفعات کے منافی ہے۔

۱۳- یہ کہ مدعا علیہ اس کلمے کے سوا کہ جس کی تعلیم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو کسی اور کلمہ کے جاری کرنے کا قانونی طور پر مجاز نہیں ہے۔

۱۴- یہ کہ مدعا علیہ کا فرض ہے کہ نہم دہم کے طلبہ کے لیے اسی کلمہ کی تعلیم دے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مسلمانوں کو پڑھایا ہے۔

۱۵- یہ کہ مدعیان کے لیے سوائے اس رٹ پٹیشن گزارنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہا۔

اندریں حالات نہایت ادب سے استدعا کی جاتی ہے کہ اس امر کا اعلان جاری کیا جائے کہ اصل اور حقیقی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ اور مسئول الیہ کا یہ اقدام جس کے ذریعے اس نے ایک مختلف کلمہ تجویز کیا ہے یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل" کوئی قانونی جواز نہیں رکھتا۔

مزید درخواست کی جاتی ہے کہ مدعا علیہ کو ہدایات جاری کی جائیں کہ وہ ملک میں نہم دہم کے طلبہ کے لیے مخصوص اسلامیات (لازمی) اور مذکورہ بالا "رہنمائے اساتذہ" کی کتابوں میں (ہدایات کے مطابق) مناسب ترامیم کریں۔

نیز یہ بھی استدعا ہے کہ مسئول الیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے علاوہ کسی دیگر کلمہ کے اجرا کرنے، تسلیم کرنے یا شائع کرنے یا طلبہ کے کورس میں شامل کرنے سے منع کر دیا جائے۔ نیز اس رٹ درخواست کا خرچہ بھی دلایا جائے۔

سائلان :-

پیر سید ابرار محمد، محمد شفیع جوش

بذریعہ ارشاد احمد قریشی ایڈووکیٹ ۴۳ مزنگ روڈ لاہور

فون نمبر ۳۱۱۶۵۴

بقیہ : مجلس ذکر

ہما تعلیمات ہیں کہ ان حضرات نے شریعت مطہرہ کے دریائے صدق و صفا میں غوطہ زن ہو کر ہیرے موتی نکالے اور اور انہیں کشف المحجوب، غنیۃ الطالبین جیسی کتابوں میں جڑ دیا۔ ان موتیوں سے استفادہ نہ کرنا اور ان کے نام پر بدتمیزی کا مظاہرہ، عرس، میلے ٹھیلے ان کی روح کو کوفت پہنچانے کے مترادف ہے۔

علماء راسخین و موحدین کے شیخ و مرشد سید صابرؒ کلیر شریف کے عرس پر ہمارے حضرت مدنیؒ کے خادم علامہ انور صابری مجھے اس لیے لے کر گئے کہ تمہارے والد محترمؒ جو بدعات خرافات کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں انہیں اپنی نظر سے دیکھ لو۔ وہاں ان کے نام کی نیازیں، نذریں، منتیں، چڑھاوے الامان۔ ہمارے ایک دوست نے ایک مانگنے والے سے کہا کہ خدا کے نام پر روپیہ لو۔ تو اس نے کہا نہیں آج صابر کی بادشاہی خدائی ہے۔ اس کے نام پر پیسہ لوں گا۔ کم بخت نے خدا کے نام پر روپیہ نہ لیا۔ اب ان خرافات میں وہ لوگ بری الذمہ ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ قیامت کے دن سوال خداوندی پر عرض کریں گے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (الآیہ) کہ ہم نے تو انہیں وہی کہا تھا جس کا آپ نے حکم دیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔

اس وقت ان کو خدا کا بیٹا اور معبود کہنے والے ذلیل و شرمندہ ہوں گے۔ اسی طرح آج بزرگوں کے نام پر ڈھونگ رچانے والے قیامت کے دن ذلیل و خوار ہوں گے۔

بہتری اور کامیابی اسی میں ہے کہ جو مساعی اور جدوجہد ان خرافات کے لیے کی جاتی ہے وہ اجتماعی طریق سے نیکی کے پھیلانے اور برائی کے مٹانے میں کی جائے کہ امت مسلمہ کا یہ منصب ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ الآیہ کہ تم بہترین امت ہو جن کا مقصد خلق خدا کی بہتری ہے نیکی کا حکم کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض پہچاننے کی توفیق بخشے۔ آمین

عبدالرحمٰن لودھیانوی (شیخوپورہ)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب سے بڑا امتیاز و کمال عبدیت کاملہ کا مقام ہے۔

عبدیت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی خضوع و تذلل، بندگی و سرافگندگی، اپنی عاجزی و لاچاری اور محتاجی و مسکینی کا پورا پورا اظہار، اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ سب کچھ صرف اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اس کے در کی فقیری و گدائی۔ اس سب کے مجموعہ کا عنوان مقام عبدیت ہے جو تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے، اور بلا شبہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر فائق ہیں اور اسی لیے افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً گھوڑا جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی سواری اور تیز رفتاری، اس کو بڑھیا یا گھٹیا اسی مقصد کے پیمانے سے سمجھا جائے گا۔ اسی طرح گائے اور بھینس کا جو مقصد ہے یعنی دودھ کا حاصل ہونا، اس کی قدر و قیمت، دودھ کی کمی یا زیادتی ہی کے حساب سے لگائی جائے گی۔ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا

انسان کی تخلیق کا مقصد اس کے پیدا کرنے والے نے عبدیت اور عبادت بتایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

اس لیے سب سے افضل و اشرف انسان وہی ہوگا۔ جو اس مقصد میں سب سے فائق ہیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل المخلوقات اور اشرف کائنات ہیں، اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں آپ پر خاص الخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر آپ کو عبد ہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔ معراج کا ذکر کرتے ہوئے (سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵) میں فرمایا گیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔ (آیت نمبر ۱)

پھر اسی سفر میں معراج کی منزلوں کا ذکر کرتے ہوئے سورہ نجم پ ۲۷، میں فرمایا گیا:

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (آیت ۱۰)

اور سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن مجید کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے (سورہ فرقان نمبر ۲۵ پ ۱۸) آیت نمبر ۱ میں ارشاد فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ۔

اور سورہ کہف میں ارشاد فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (آیت ۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ بندوں کے مقامات میں سب سے بلند عبدیت کا مقام ہے، اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام کے امام، یعنی اس وصفِ خاص میں سب پر فائق ہیں، اور دعا چونکہ عبدیت کا خاص جوہر اور خالص ترین مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت (بشرطیکہ حقیقی دعا ہو) بندہ کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دعا کا ہے۔ اور امت کو آپ کے ذریعہ روحانی دولت کے جو عظیم خزانے ملے ہیں۔ ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ ان دعاؤں کا ہے، جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ نے کیں یا امت کو ان کی تلقین فرمائی۔

ان دعاؤں کی قدر و قیمت احادیث کا ایک عام عملی پہلو تو یہ ہے کہ ان سے دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس باب میں وہ رہنمائی

ملتی ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی اور ایک دوسرا خاص علمی اور عرفانی پہلو یہ ہے کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک کو اللہ تعالیٰ سے کتنی گہری اور ہمہ وقتی وابستگی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اس کا جلال وجمال کس قدر چھایا ہوا تھا اور اپنی ساری کائنات کی بے بسی، لاچاری اور اس مالک الملک کی قدرتِ کاملہ اور ہمہ گیر رحمت اور ربوبیت پر آپ کو کس درجہ یقین تھا کہ گویا یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غیب نہیں، مشہور تھا حدیث کے دفتر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو سینکڑوں دعائیں محفوظ ہیں۔ ان میں اگر تفکر کیا جائے تو کھلے طور پر محسوس ہوگا کہ ان میں سے ہر دعا معرفتِ الٰہی کا شاہکار اور آپ کے کمال روحانی وخدا آشنائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقِ تعلق کا مستقل برھان ہے اور اس لحاظ سے ہر ماثور دُعا بجائے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ ہے۔

دُعا کا مقام اور اس کی عظمت

(۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دُعا عین عبادت ہے" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سند کے طور پر یہ آیت پڑھی:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي - الخ

(تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دُعا کرو اور مانگو، میں قبول کروں گا اور تم کو دوں گا، جو لوگ میری عبادت سے متکبرانہ روگردانی کریں گے۔ ان کو ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جانا پڑے گا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، نسائی)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جس کے لیے دُعا کا دروازہ کھل گیا۔ اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے، اور اللہ کو سوالوں اور دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اس سے عافیت کی دعا کریں۔ یعنی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں (جامع ترمذی)

تشریح: عافیت کا مطلب ہے تمام دنیوی اور اخروی اور ظاہری وباطنی آفات اور بلایات سے سلامتی اور تحفظ، جو شخص اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگتا ہے وہ بدلا اس بات کا اعتراف اور اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی حفاظت اور کرم کے بغیر زندہ اور سلامت بھی نہیں رہ سکتا اور کسی بڑی یا چھوٹی مصیبت اور تکلیف سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ پس ایسی دُعا اپنی کامل عاجزی، بے بسی اور سراپا محتاجی کا مظاہرہ ہے اور یہی کمالِ عبدیت ہے۔ اس لیے عافیت کی دُعا اللہ تعالیٰ کو سب دعاؤں سے زیادہ محبوب ہے۔

دوسری بات حدیث شریف میں یہ بیان فرمائی گئی کہ جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا یعنی جس کو دعا کی حقیقت نصیب ہوگئی، اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا آگیا۔ اس کے لیے رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل گئے۔

دُعا دراصل ان دعائیہ الفاظ کا نام نہیں ہے۔ جو زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کو تو زیادہ سے زیادہ دعا کا لباس یا قالب کہا جا سکتا ہے۔ دعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اس کی روح کی طلب اور تڑپ ہے اور حدیث پاک میں اس کیفیت کے نصیب ہونے ہی کو بابِ دُعا کھل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور جب بندہ کو وہ نصیب ہو جائے۔ تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل ہی جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے نہ مانگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی)

(۵) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سے اس کا فضل مانگو یعنی دعا کرو کہ وہ فضل وکرم فرمائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُمید رکھتے ہوئے۔ اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ بلا اور پریشانی کو اپنے کرم وفضل سے دور فرمائیگا۔ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے کیونکہ اس میں عاجزانہ اور سائلانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے۔ (جامع ترمذی)

(۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمھیں وہ عمل بتاؤں جو تمھارے دشمنوں سے تمھارا بچاؤ کرے اور تمھیں بھرپور روزی دلوائے۔ وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات میں اور دن میں، کیونکہ مومن کا خاص ہتھیار یہی اس کی خاص طاقت ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ موصلی)

ثمرات الاوراق
مسلسل

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل مدظلہ

ایمانداری کی شاندار مثال

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں موتیوں کا ایک ہار آیا جو داخل بیت المال کر دیا گیا۔ اس کی خبر آپ کی صاحب زادی کو ہوئی صاحب زادی نے عید کے ایک روز قبل بیت المال کے افسر کے پاس کہلا بھیجا۔ کل عید ہے۔ تمام عورتیں اچھے اچھے کپڑے اور زیور سے آراستہ ہوں گی۔ لیکن میرے پاس کوئی زیور نہیں ہے۔ بیت المال میں جو موتیوں کا ہار آیا ہے۔ اسے تم مجھے دے دو تاکہ میں اس موقع پر اسے پہن لوں عید کے بعد نہایت احتیاط سے واپس کر دوں گی۔

بیت المال کے افسر نے جواب دیا میں صرف تین دن کے لئے یہ ہار دے سکتا ہوں۔ صاحب زادی راضی ہو گئیں اور تین دن کے وعدے پر افسر نے یہ ہار بھیج دیا۔ صاحبزادی نے عید کے دن اس ہار کو پہنا۔

اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نظر اس ہار پر پڑ گئی آپ نے اسے فوراً پہچان لیا۔ اور دریافت کیا یہ ہار تمہیں کہاں سے ملا۔۔۔!

صاحبزادی نے عرض کیا۔ یہ ہار بیت المال کا ہے۔ میں نے بیت المال کے افسر سے تین دن کے لئے لیا ہے۔ کل واپس کر دوں گی۔ سنتے ہی امیرالمومنین نے بیت المال کے افسر کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تم مسلمانوں کی امانت میں خیانت کرتے ہو۔

افسر:- خدا کی پناہ۔ میں اور مسلمانوں کی امانت میں خیانت کروں۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

امیرالمومنین:- تم نے میری اجازت کے بغیر موتیوں کا ہار میری بیٹی کو کیوں دیا۔

افسر:- چونکہ صاحبزادی نے طلب فرمایا تھا۔ اور وہ بھی تین دن کے وعدے پر اس لئے دیدیا ورنہ ہرگز نہ دیتا۔

امیرالمومنین:- تم نے غلطی کی۔ تمہیں مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا کسی طرح جائز نہ تھا۔ فوراً ہار لے کر بیت المال میں داخل کرو۔ میں اپنی لڑکی سے سخت ناراض ہوں۔ اگر اس نے تین دن کے وعدے پر ہار نہ لیا ہوتا تو میں اسے چوری کے جرم میں ماخوذ کر کے سخت سزا دیتا۔

بیت المال کے افسر نے اسی وقت صاحبزادی سے ہار طلب کیا۔ صاحبزادی امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا ابا جان میں آپ کی نورِ نظر ہوں۔ میرے سوا اس ہار کو پہننے کا اور کون مستحق ہو سکتا ہے۔

امیرالمومنین نے فرمایا:-

"بیٹی! کیا تم اپنے نفس کی خاطر انصاف کا خون کرنا چاہتی ہو۔ کیا مسلمانوں کی لڑکیاں آج زیور سے آراستہ ہوں گی۔ آخر وہ اپنے دل میں کیا خیال کریں گی۔

صاحبزادی خاموش ہو گئیں اور ہار بیت المال کے افسر کو واپس کر دیا۔

امیرالمومنین قاضی کی عدالت میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں آپ کی زرہ چوری ہو گئی۔ تلاش کے بعد پتہ چلا کہ ایک یہودی نے زرہ چرائی ہے۔ حضرت علیؓ نے اس یہودی سے اپنی زرہ طلب کی۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ حضرت سے کہا کہ یہ زرہ تمہاری نہیں ہے۔ یہودی کی اس جسارت پر حضرت علی کے دوستوں کو بہت غصہ آیا۔ لیکن آپ نے لوگوں کو خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی۔ اور قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا۔ قاضی شریح نے فریقین کو عدالت میں طلب کیا۔ امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰؓ ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ قاضی شریح نے بھی آپ کا کوئی احترام نہیں کیا۔ امیرالمومنین ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

قاضی شریح نے یہودی سے سوال کیا تم پر زرہ چوری کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا یہ الزام صحیح ہے۔ یہودی نے انکار کیا۔ کہا الزام صحیح نہیں ہے۔ زرہ میری ہے۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے کہا آپ

اپنے دعوٰی کے ثبوت میں گواہ پیش کیجئے۔

حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔

قاضی شریح نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیوں؟ کیا آپ کا خیال ہے یہ جھوٹی گواہی دیں گے۔

قاضی شریح نے کہا۔ میرا یہ خیال نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی اور مالک کے حق میں غلام کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔

یہ سن کر امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ خاموش ہوگئے اور قاضی شریح نے آپ کا دعوٰی خارج کر دیا۔ کیونکہ آپ کے پاس دوسرے گواہ نہ تھے۔

یہودی پر اسلامی عدالت کے اس انصاف کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے حضرت علیؓ سے کہا آپ کا دعوٰی بالکل حق ہے زرہ میری نہیں آپ ہی کی ہے میں اسلامی عدالت کا انصاف دیکھنا چاہتا تھا۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو حلقۂ اسلام میں داخل کرلیں

حضرت علیؓ نے اس یہودی کو کلمۂ شہادت پڑھا کر حلقۂ اسلام میں داخل کرلیا۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے بیٹوں کی عید

رات کا وقت تھا۔ کل عید ہونے والی تھی۔ دارالخلافہ دمشق کے مسلمان ہفتوں سے عید کی تیاریوں میں مصروف تھے لیکن خود امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے محل میں جیسے عید کا کوئی اثر ہی نہیں تھا۔ آپ کے صاحبزادے اپنی ماں کو گھیرے ہوئے تھے ایک بچہ کہہ رہا تھا! اماں جان کل عید ہے تمام لوگوں نے اپنے بچوں کے لیئے نئے کپڑے بنوائے ہیں ہم لوگوں کے پاس کوئی ایسا کپڑا بھی نہیں جو پیوند سے خالی ہو۔ ہمیں بھی نئے کپڑے بنوا دیجئے۔ جوں جوں ماں سمجھاتی گئی بچوں کی ضد بڑھتی گئی۔ اور وہ تمام رات ماں کو پریشان کرتے رہے۔

صبح کو نماز سے فارغ ہو کر فاطمہ مجبوراً بچوں کے لیئے شوہر کی خدمت میں گئیں۔ امیرالمومنین بوسیدہ لباس زیب تن کیئے جانماز پر بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جو رخسار مبارک سے ہوتے ہوئے دامن کو تر کر رہے تھے۔

فاطمہ :- امیرالمومنین! ساری دنیا عید کی خوشیاں منا رہی ہے۔ اور آپ گریہ زاری میں مصروف ہیں آج تو خوشی کا دن ہے۔

خلیفہ :- رمضان المبارک کا مہینہ گزر گیا۔ معلوم نہیں ہمارے اعمال کیسے ہیں اور خدا ہم سے راضی ہے یا ناراض۔ اگر ہمارا پروردگار خوش نہیں تو میرے لیئے خوشی کا کون سا موقع ہے۔

یہ کہتے ہی آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب آپ ہوش میں آئے تو بیوی سے آنے کی وجہ دریافت کی۔

فاطمہ :- بچے ساری رات نہ خود سوئے اور نہ مجھے سونے دیا برابر اصرار کر رہے ہیں کہ عید کے لیئے نئے کپڑے بنوا دو۔ میں نے بہت سمجھایا۔ مگر بچے یہی کہتے رہے کہ عید کے دن سب کے بچے نئے کپڑے استعمال کریں اور ہم خلیفہ زادے ہو کر پھٹے پرانے کپڑے پہنیں۔ اس وقت ان کے سخت مجبور کرنے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔

خلیفہ :- فاطمہ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میرے پاس اتنے روپے کہاں جو میں ان کے لئے نئے کپڑے منگوا دوں۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ میں صرف دو درہم (یعنی سات آنے) روزانہ بیت المال سے لیتا ہوں۔ یہ رقم تو ہماری معمولی ضروریات کے لیئے بھی ناکافی ہے۔ پھر بھلا نئے کپڑے کہاں سے آئیں گے۔

فاطمہ :- آپ بیت المال سے کچھ لے لیں۔ تاکہ بچوں کے لیئے کپڑے خرید لئے جائیں۔

خلیفہ :- میں مسلمانوں کے مال کا نگہبان ہوں۔ ان کی اجازت کے بغیر میں بیت المال سے کچھ کیسے لے سکتا ہوں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میرا نام خائنوں کی فہرست میں لکھا جائے۔

فاطمہ :- اچھا۔ ایک مہینہ کا وظیفہ پیشگی لے کر بچوں کے لئے کپڑے بنوا دیں۔ یہ دن بڑے بھلے کٹ جائیں گے۔

خلیفہ :- کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ میں ایک مہینہ رہوں گا۔ مجھے تو اپنی زندگی پر ایک لمحہ کے لیئے بھی اعتبار نہیں۔ کون جانے کس وقت موت آجائے۔ پھر میں کس بھروسہ پر پیشگی لے لوں۔ جاؤ۔ ان بچوں کو سمجھاؤ۔ ہمیں اس دنیاوی زندگی میں جو محض چند روزہ ہے اچھے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔

اس گفتگو کے بعد مملکت اسلامیہ کی ملکہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی بیوی اور سابق خلیفہ عبدالملک کی بیٹی اپنے بچوں کو لے کر واپس چلی گئیں۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی خاندان کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس

نے بڑے امن و امان کے ساتھ حکومت کی۔ تاریخ کے صفحات اب تک اس کی خداترسی اور عدل گستری کی یاد دلاتے ہیں۔

ایک بار سلطان ملک شاہ اصفہان کے جنگل میں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ اس نے ایک گاؤں میں قیام کیا۔ وہاں اس کے بعض سپاہی ایک غریب بیوہ کی گائے ذبح کر کے کھا گئے۔ بیوہ کو اس کا بے حد صدمہ ہوا۔ کیونکہ اسی گائے کے دودھ سے اس کے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی۔ غریب عورت نے بہت کچھ واویلا کیا۔ شاہی افسروں سے فریاد کی۔ مگر کہیں غریب کی شنوائی نہ ہوئی۔ اب اس کے لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لیکن جب اس نے بادشاہ کے پاس جانا چاہا تو دربانوں نے روک دیا۔ اس لئے اس نے طے کیا۔ جب بادشاہ شکار کے لئے نکلے تو وہ اس سے فریاد کرے چنانچہ اصفہان کی نہر کے پل پر جا کر وہ کھڑی ہو گئی۔ اور بادشاہ کا انتظار کرنے لگی۔ بادشاہ کی سواری پل پر پہنچی تو بیوہ نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے بادشاہ! بتا تو میرا انصاف اس پل پر کرے گا یا پل صراط پر دونوں میں سے تیرے نزدیک جو مقام مناسب ہو اسے منتخب کر لے۔

بیوہ کی تدبیر تیر بہدف ثابت ہوئی۔ ملک شاہ فوراً گھوڑے سے اتر پڑا اور بولا:-

”اے بوڑھی عورت میری طاقت سے بعید ہے کہ پل صراط پر تیرا انصاف کرنے کی جرأت کروں۔ میں یہیں تیرا انصاف کروں گا۔

ضعیفہ نے سارا حال بیان کیا۔ ملک شاہ کو سپاہیوں کی زیادتی پر بہت افسوس ہوا۔ اس نے ایک گائے دینے کے بدلے ستر گائے دینے کا حکم صادر کیا۔ اور ضعیفہ سے پوچھا ”بول اب تو خوش ہوئی یا نہیں“ ضعیفہ نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اور ملک شاہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

سلطان نے اپنے بہنوئی کو سزا دی

سلطان محمد تغلق نے اپنی بہن فیروزہ کی شادی ایک عرب امیر سیف الدین کے ساتھ کی تھی۔ اس امیر پر سلطان کی بڑی عنایتیں تھیں کھمبائیت کے علاقہ میں سے اُسے ایک بڑی جاگیر بھی دی تھی۔

ایک روز امیر سیف الدین نے حرم سرا میں جانا چاہا۔ دربانوں نے روکا اور کہا کہ شاہی اجازت کے بغیر کوئی شخص حرم سرا میں نہیں جا سکتا سلطان محمد تغلق کی مہربانیوں سے سیف الدین کچھ ایسا دلیر ہو گیا تھا کہ اس نے زبردستی حرم میں داخل ہونا چاہا۔ دربانوں نے روکا اور کہا کہ سلطان کی اجازت کے بغیر کوئی بھی حرم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ سیف الدین کو غصہ آیا۔ اس نے ایک دربان کو بُری طرح زخمی کر دیا۔

سلطان محمد تغلق کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دربان کو بے قصور زخمی کرنے کے جرم میں امیر سیف الدین کو گرفتار کرا کے جیل بھیج دیا۔ فیروزہ سلطان کے خوف سے قید خانے میں اپنے شوہر کے لئے کھانا اور بستر تک نہ بھیج سکی۔

قاضی کی عدالت میں امیر سیف الدین کا مقدمہ پیش ہوا اور قاضی نے عدالت کے برخاست ہونے تک قید کی سزا دی۔

لیکن سلطان نے اس قید کو کافی نہیں سمجھا۔ اس نے حکم دیا کہ سیف الدین کی جاگیر ضبط کر لی جائے اور اسے جلاوطن کر دیا جائے مگر مشہور سیاح ابن بطوطہ کی سفارش پر اس نے یہ حکم منسوخ کر دیا۔

”شیر شاہ کا انصاف“

شیر شاہ سوری خاندان کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے عدل و انصاف کا یہ حال تھا۔ کہ اس کی سلطنت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔

ایک روز شیر شاہ کا بیٹا عادل خان ہاتھی پر سوار آگرہ کی کسی گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک ہندو کی بیوی اپنے گھر میں غسل کر رہی تھی۔ شاہزادے کی جو اس پر نظر پڑی تو پان کا ایک بیڑا اس پر پھینک دیا۔ عورت نے شاہزادے کی اس نازیبا حرکت کی شکایت اپنے خاوند سے کی۔ اس کے خاوند نے افسروں سے فریاد کی مگر شہزادے کے خلاف کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر وہ شیر شاہ کی خدمت میں پہنچا اور انصاف کا خواہاں ہوا۔

واقعہ کی تحقیقات کے بعد شیر شاہ نے حکم دیا کہ مدعی ہاتھی پر سوار ہو اور عادل خان کی بیوی اسی طرح غسل کرے جس طرح مدعی کی بیوی غسل کر رہی تھی۔ اور جس طرح عادل خان نے اس کی بیوی پر پان کا بیڑا پھینکا تھا۔ اسی طرح یہ بھی عادل خان کی بیوی پہ پان کا بیڑا پھینکے۔

اراکین سلطنت نے دربار سلطانی میں التجا کی کہ اگر اس حکم کی تعمیل ہوئی تو بیگم صاحبہ کی بڑی بے حرمتی ہوگی۔ شیر شاہ نے جواب دیا

”میرے نزدیک میرے بیٹے اور میری رعیت کی بیوی میں کوئی فرق نہیں۔ میری نظر میں دونوں برابر ہیں۔ میں ہرگز اپنے حکم کو واپس نہیں لے سکتا۔ معاف کرنا یا نہ کرنا اس ہندو کے اختیار میں ہے۔ اگر اس

نے معاف کر دیا تو مجھے کوئی عذر نہیں۔

شہزادہ اس ہندو سے معافی کا طلب گار ہوا۔ مدعی نے بادشاہ کے انصاف کا یہ عالم دیکھ کر شاہزادے کو معاف کر دیا۔

"شیر شاہی عدالت"

گوپال نامی ایک ہندو کی لڑکی جس کا نام اندرا تھا پانی لانے کے لئے دریا کے کنارے گئی۔ اتفاقاً شیر شاہ کا بیٹا جلال خان بھی اس طرف جا نکلا اندرا جوان اور خوبصورت تھی۔ شاہزادے نے اسے بری نگاہ سے دیکھا۔ اور کچھ نامناسب بات کہی۔ اندرا کو شاہزادے کی حرکت بری معلوم ہوئی اس نے گھر آ کر اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا۔ گوپال اپنی لڑکی کو لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ صیغہ مالیات کے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ گوپال نے رو رو کر واقعہ بیان کیا۔ شیر شاہ کو جلال آ گیا۔ کاغذات راجہ ٹوڈر مل کے حوالے کئے اور جلال خان کو حاضری کا حکم دیا۔ شہزادہ جلال خان نے ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقبال کیا اور اپنی حرکت پر نادم ہوا۔ شیر شاہ نے حکم دیا کہ جلال کی بیوی پانی بھرنے کے لئے دریا کے کنارے جائے اور گوپال کا ہونے والا داماد جلال کی بیوی کے ساتھ اس طرح اظہار محبت کرے جس طرح جلال نے محبت کا اظہار کیا اور جلال بھی وہاں موجود رہے۔ اہل دربار شاہی حکم سن کر گھبرا گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ محل میں خبر پہنچی تو عورتیں بھی پریشان ہو گئیں۔

شیر شاہ کا انصاف دیکھ کر گوپال نے عرض کیا۔

"مہاراج۔ مجھے انصاف مل گیا اور میرا غم دور ہو گیا۔ مجھے اب کوئی شکایت نہیں۔

شیر شاہ نے اندرا کو اپنے قریب بلایا اور کہا بیٹی میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ اندرا نے جھک کر پرنام کیا اور دونوں باپ بیٹی خوش خوش واپس چلے گئے۔

"احمد شاہ نے اپنے داماد کو پھانسی دی"

فرماں روائے گجرات، سلطان احمد شاہ (۱۴۱۰ء - ۱۴۴۲ء) بڑا ہی عادل بادشاہ گذرا ہے۔ ایک بار سلطان کا بھتیجا جو اس کا داماد بھی تھا شکار کھیلنے گیا وہ ایک ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بہت آگے نکل گیا۔ آخرکار شہزادے نے ہرن کا شکار کر لیا وہ ہرن کی لاش کے پاس تنہا کھڑا تھا کہ ادھر سے ایک کسان کا گزر ہوا۔ شہزادے نے کسان سے ہرن اٹھا کر چلنے کے لئے کہا۔ کسان نے انکار کیا۔ شاہزادے نے کہا "تو نہیں جانتا کہ میں بادشاہ کا بھتیجا اور داماد ہوں۔" کسان بولا۔ تم کوئی بھی ہو میں یہ کام نہیں کرتا۔ کسان کی اس بے باکی پر شہزادے کو غصہ آ گیا۔ اس نے کسان کو اس زور سے لات ماری کہ غریب مر گیا۔

کسان کے رشتہ داروں نے عدالت میں دعویٰ کیا۔ عدالت نے شہزادے کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ شاہزادہ عدالت میں آ کر قاضی کے پاس بیٹھ گیا۔ قاضی نے کہا اس وقت آپ کی حیثیت ایک ملزم کی ہے۔ اس لئے آپ کو ملزم کی طرح کھڑا ہونا چاہیئے

شاہزادہ کو مجبوراً مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑا اور مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

شاہزادے نے اپنے جرم کا اقبال کیا اور اسے سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ قاضی کا یہ انصاف دیکھ کر مقتول کے وارث قصاص کی بجائے خون بہا لینے پر راضی ہو گئے۔

قاضی نے مقدمے کی مثل تیار کر کے منظوری کے لئے سلطان کی خدمت میں بھیجی اور تحریر کیا کہ قتل عمد ثابت ہے۔ اور از روئے شریعت قاتل سے قصاص لیا جانا ضروری ہے۔ لیکن مقتول کے ورثاء برضا و رغبت خون بہا لینے پر رضامند ہیں۔

سلطان احمد شاہ نے قاضی کو بلا کر کہا:۔

"چونکہ قاتل میرا داماد ہے اس لئے مقتول کے ورثاء خون بہا لینے پر تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ صورت مناسب نہیں ہے اس طرح شاہی خاندان کے لوگ دلیر ہو جائیں گے۔ انہیں کسی غریب کے مار ڈالنے میں کچھ تامل نہ ہو گا۔ اس لئے میں اس فیصلے کے خلاف ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہزادے کی پھانسی سے میری بیٹی کو تکلیف ہو گی۔ اور مجھے بھی صدمہ ہو گا۔

لیکن میں اپنی رعایا کو اپنی اولاد کی مانند سمجھتا ہوں۔ اس لئے میں عدالت کے فیصلے کو منسوخ کرتا ہوں۔ اور حکم دیتا ہوں کہ قاتل کو پھانسی دے دی جائے اور لوگوں کی عبرت کے لئے لاش ایک رات دن عام شاہراہ پر لٹکا دی جائے۔

سلطان کے درباریوں اور محل شاہی کی بیگمات نے سلطان سے حکم پر نظر ثانی کرنے کی سفارش کی۔ مگر سلطان نے کسی کی بات نہیں مانی۔

شہزادے کو پھانسی دیدی گئی۔

بقیہ : اداریہ

دیگر اگر امکانی درجہ میں "روح الامین" کی ذات اقدس کو بھی مہمان بنا لیا جائے تو سالی جون کے تقدس رہیں گے ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

حکومت اور شیعہ حضرات

جب سے محرم شروع ہوا ہے ہمیں اس قسم کے متعدد خطوط اور مراسلے موصول ہو رہے ہیں جن میں شیعہ حضرات کی زیادتیوں کا اظہار کیا گیا ہے اور اکثر خطوط وغیرہ میں اس بات کا اظہار بھی ہے کہ حکومتی اہلکار اس کھیل میں خود شریک ہیں ۔

اس سلسلہ کے مختصر واقعات یہ ہیں :۔

- امروٹ شریف کے صاحبزادہ منیر شاہ شہید کی شہادت جس کی تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں ۔
- خدام اہلسنت کے امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی محرم کے موقع پر گرفتاری کا مرحلہ !
- ۱۰ محرم کو شجاع آباد میں مسرت حسین اے ۔ ایس ۔ آئی کی قیادت میں حضرات صحابہ کرام ؓ بالخصوص سیدنا امیر معاویہ ؓ پر سب و شتم ۔
- ڈیرہ اسمٰعیل خان میں عاشورہ کے روز حکام و ڈیوٹی مجسٹریٹ کی موجودگی میں اصحاب ؓ رسول ؐ پر تبرا ۔
- جہلم میں بغیر اجازت جلوس اور دلآزار تقریریں ۔
- قاضی مظہر حسین صاحب کی دوبارہ دھوکہ سے گرفتاری ۔ (ڈپٹی کمشنر نے ریسٹ ہاؤس میں بلایا اور گرفتار کر لیا)
- چکوال میں ماہ رواں کی ۱۷ تاریخ کو مسجد کا لاؤڈ سپیکر اتروا لیا گیا ، پولیس جوتوں سمیت مسجد میں گئی ، مسجد میں آنسو گیس کے گولے پھینکے ۔ ساڑھے تین سو سنی گرفتار کئے ، تھانے میں مارا پیٹا اور ۴۰ مسلمانوں پر کیس بنا دئے گئے ۔

یہ سارے واقعات جس قدر افسوسناک اور تشویشناک ہیں ان پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ۔

"خدام الدین" اتحاد بین المسلمین کے مقدس مشن کا علمبردار ہونے کی حیثیت میں انتظامیہ اور شیعہ حضرات سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہے شیعہ سے یہ درخواست ہے کہ آپ کو اپنا خود ساختہ مذہب اور نظریات مبارک ! لیکن جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس کے نتائج و عواقب بھی سوچ لیں ۔ رواداری کا معنی بے غیرتی نہ سمجھیں ، اہل سنت اپنے محسنوں کی عزت کا تحفظ کرنا جانتے ہیں ۔ بہتر ہے کہ آپ ہوش و تدبر کا مظاہرہ کریں اور وہ کام کریں جس سے آپ کی تسکین ہو لیکن دوسروں کی دلآزاری نہ ہو ۔ اور حکومت سے یہ کہنا ہے کہ انتظامیہ کا خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنا یا خود ملوث ہونا کس حد تک جائز و روا ہے ؟ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی مردہ پالیسی چھوڑ کر حکومت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے تو بہتر ہے ورنہ محمد کریم علیہ السلام کے ساتھیوں کو اللہ رب العزت نے "حزب اللہ" کہا ہے اور اپنی جماعت کی عزت کا تحفظ جب خود کرنے پہ آئے گا تو وہ گھڑی محشر کی ہوگی ۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ؟

کیا یہ قادیانیت نوازی نہیں ؟

بعض اطلاعات کے مطابق وزارتی تبدیلیوں سے قبل مسٹر بھٹو سے لاہور اور راولپنڈی میں مرزا ناصر اور دوسرے مرزائیوں نے ملاقاتیں کیں ، ان ملاقاتوں کی تفصیلات کا ہنوز پتہ نہیں ؟ اور مجلس عمل کے رہنماؤں کے بار بار کے تقاضوں کے باوصف ملاقات کا وقت نہیں مل رہا !

پھر سرگودھا کی عدالت میں مسجد کے کیس کے ضمن میں مرزائیوں نے اپنے کو مسلمان اور مسلمانوں کو کافر کہہ کر آئین کا مذاق اڑایا ۔

گزشتہ جمعہ ربوہ میں فرزندان امیر شریعت ؒ سمیت لوگوں کو گرفتار کیا گیا ، راستوں کی ناکہ بندی ہوئی کہ لوگ وہاں نہ جا سکیں ۔ خود راقم السطور کو اس صورت حال سے دو چار ہونا پڑا ۔

مزید یہ کہ مرزائیوں کے کیس واپس اور مسلمانوں کے بدستور جاری ہیں ۔ اسرائیل کی فوج میں مرزائیوں کا

ثبوت سامنے ہے۔ کینیڈا میں مرزائیوں کی فوجی ٹریننگ واضح ہے۔ کلیدی آسامیوں کا مسئلہ جوں کا توں ہے کافرانہ لٹریچر کی بھرمار ہے اور شعائر اسلامی کا استعمال جاری؟ ایسے میں نوے سالہ مسئلہ حل کرنے کی ڈینگیں مارنا حکمرانوں کو زیب نہیں دیتا۔ آج ان کے ایک ایک عمل سے مرزائیت نوازی کی بو آتی ہے؟ یہ صورت حال حکومت کے ساتھ ساتھ مجلس عمل کے رہنماؤں کے لئے بھی سوچنے کی ہے۔ اگر مجلس عمل سابقہ جذبہ دینی کو بیدار کرکے مرزائیوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کرے اور حکومت کو بھی راہ راست پر لانے کی مؤثر تدابیر کرے تو بات بن جائے گی۔ ورنہ نبیؐ کے شہر کے امام کو بلانے والے نبیؐ کی عزت و ناموس کے معاملہ میں مجرمانہ خیانت کرتے رہیں گے؟ خدا اس جرم عظیم سے بچائے۔

بقیہ: خان شیریں گل

اور بعض فرشتہ صورت عابدان شب زندہ دار بھی نظر آ رہے تھے۔ شیریں آباد سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع قبرستان میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہ قبرستان بھی ان کی سماجی اور عوامی خدمات میں سے ایک ہے۔ نماز جنازہ خطیب شہر مولانا مفتی زین العابدین نے پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی نیکیوں کو شرف قبولیت سے نوازے گناہوں اور لغزشوں سے درگذر فرمائے۔ انہیں اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے بچوں، بھائیوں، اہل خانہ اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ادارہ خدام الدین ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

مسافر خانۂ دنیا میں جو آیا ہوا راہی
یہ منزل آمد و شد کی ہے اس میں کس کا؟

سرکولیشن منیجر ہفت روزہ خدام الدین
مولانا عبدالرشید انصاری کے دورے کا پروگرام

۵ / مارچ بروز جمعہ دفتر خدام الدین۔ جامع مسجد شیرانوالہ میں خطاب
۶ / مارچ بروز ہفتہ کمالیہ میں قارئین خدام الدین اور احباب سے ملاقات
۷ / مارچ " اتوار فاروقیہ مسجد حسن آباد
۸ / " " پیر کھجور والی مسجد چک ڈھڈی والا
۹ / " " منگل جامعہ عثمانیہ پیپلز کالونی نمبر ۲ اوور
۱۱ / " " جمعرات باغ والی مسجد ماڈل ٹاؤن بی لائلپور میں
بعد نماز عشاء سیرت کے جلسوں میں تقاریر
۱۲ / " " جمعہ مدنی مسجد چک جھمرہ میں نماز جمعہ کے اجتماع اور بعد نماز عشاء جلسہ عام سے خطاب۔ جانشین شیخ التفسیر رح مولانا عبیداللہ انور کے فرزند اکبر صاحبزادہ محمد اجمل صاحب اس جلسہ میں مہمان خصوصی ہوں گے۔

خان شیریں گل خان — چلے گئے

عبدالرشید انصاری

کا اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

قومی حلقوں میں یہ خبر بڑے رنج اور صدمے کے ساتھ سنی گئی کہ انجمن اصلاح معاشرہ لائلپور کے سربراہ اور ایوان صنعت و تجارت کے ممتاز رکن جناب خان شیریں گل ۱۵ فروری کی رات دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ

خان شیریں گل ایک زندہ دل مجاہد مسلمان تھے۔ ان میں یقیناً بہت سی کمزوریاں اور عیب بھی ہوں گے۔ آخر وہ انسان تھے لیکن خان شیریں گل "گل شیریں" تھے گلشن انسانی میں وہ ایسا ہنستا مہکتا پھول تھے کہ جس میں عطر بیزی بھی تھی اور مٹھاس بھی — اے پ پ کی وساطت سے اخبارات میں ان کے انتقال کی خبریں شائع ہوئی ہے۔

"لائلپور کے ممتاز تاجر خان شیریں گل انتقال کر گئے انہیں اچانک دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کی عمر ساٹھ برس تھی وہ انتھک قومی سماجی کارکن تھے، تمام طبقوں میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا تھا۔"

مگر حقیقت یہ ہے کہ خان مرحوم اس سے آگے اور بہت کچھ تھے وہ عمر بھر وقت کے فرعونوں سے لڑتے رہے وہ صوبہ سرحد میں کوہاٹ کے ایک حریت پسند بنگش خاندان کے فرد اور شمع آزادی کے پروانے تھے۔ ان کی جوانی انگریز کے خلاف جہاد میں گذری ۱۹۴۲ء میں گرفتاری کے بعد غیر ملکی حکمرانوں نے خان شیریں گل کو خطرناک باغی قرار دیا اور انگریزی عدالت میں ان پر جو فرد جرم عائد کی گئی۔ اس کے تحت انہیں پھانسی کے سوا بھی سزا دی جا سکتی تھی۔ ان کا شمار خدائی خدمت گار تحریک کے دوسری صف کے لیڈروں میں ہوتا تھا۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے انہیں جنون کی حد تک عشق تھا —

گزشتہ دو تین سال سے اکثر جب کبھی ان سے میری ملاقات ہوتی تو بڑے دکھ کے ساتھ کہتے یار! دیکھو ہمارے شہر کے بڑے مولوی کتنے بزدل ہو گئے ہیں، دنیا پرستی نے ان کی گردنیں کس قدر موڑ دی ہیں ہمارے اکابر علماء تو ایسے نہیں تھے۔

ملک کے سیاسی اتار چڑھاؤ پر گفتگو کرتے اور آخر میں کہتے ہم نے جنگ لڑی اور انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ اب ملک و ملت کے غداروں نے آج ہمیں پھر غلام بنا لیا ہے اور آج جنگ آزادی لڑنے والے علماء اور قومی لیڈروں کو غدار کہہ کر ان پر پھر ظلم توڑے جا رہے ہیں۔ نا معلوم ان ظالموں سے کب چھٹکارا ملے گا۔

خان شیریں گل غلامی سے نفرت اور آزادی سے محبت کے "جرم" میں بارہا پابند سلاسل ہوئے۔ ان کی قومی، ملّی دینی اور سماجی خدمات کا تذکرہ پھر کسی صحبت میں کیا جائے گا۔ لائلپور کے لوگ انہیں صرف ایک تاجر یا صنعت کار اور مخلص و بے لوث سماجی رہنما کی حیثیت سے جانتے ہیں ان کی تھوڑی بہت شناسائی رکھنے والا ہر شخص ان کی نیکی اور جرأت مومنانہ کا اعتراف کرتا ہے چنانچہ ان کے اچانک انتقال کی خبر سنتے ہی شہر میں کپڑے کی تمام بڑی مارکیٹیں بند ہو گئیں۔ آخری بار جب وہ اپنے گھر سے "رخصت" ہونے لگے تو انہیں الوداع کہنے کے لیے جو اشک بار جم غفیر موجود تھا۔ اس میں جہاں شہر کے چھوٹے بڑے، تاجر و صنعت کار، اعلیٰ حکام، دانشور اور مذہبی، سیاسی، سماجی رہنما شریک تھے وہاں خاموش اور سنسان راتوں میں "خبردار! جاگتے رہنا" کی صدا لگانے والے غریب پٹھان

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

بقیہ : خطبہ جمعہ

ہمارے حضرت بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھے، وہی اخلاق و کردار تھا، بات مولانا عبدالمجید سوہدروی کی تھی۔ جلسہ میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے نکاح کی خواہش بتلائی لیکن عرض کیا کہ دینی خدمت کی بات مقدم رکھیں اس پر حضرت نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں دے دی اور انہیں بھی لاہور آکر نکاح کے وقت پتہ چلا۔ وہ ہمشیرہ انتقال کر گئی ہیں۔ ایک بچی زندہ ہیں ان کے بڑے لڑکے ڈاکٹر ضیاء اللہ ہونہار فرزند تھے۔ والدین، بہن بھائیوں کی خوب خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے بہرحال اسے محفوظ رکھا۔ وہ وہاں بھی بھلائیوں میں مشغول رہا۔ عید سے پہلے آیا تھا میرے حج پر جانے کے وقت! اللہ تعالیٰ اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، والدین بہن بھائیوں کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ طارق لطیف کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔